اہم ضروری اور قابل توجہ مسائل
جن سے اکثر لوگ بے خبر ہیں



میں مولوی سیدولی شاہ دیوبندی حنفی کہتا ہوں

میں نے ان مسائل ضروریہ کوجہاں پاکر رسالہ کی شکل جمع کیا۔ تاکہ

علماء اور طلباء کے لیے بھی

میں مراجعت میں اسانی ہو۔ عام لوگوں کے لیے ھدایت کا

ذریعہ ہو

سمجھ لو کہ میرا کام اسمیں صرف جمع کرنا ہے۔ وہاں

سے نقل کرکے رسالوں میں منتقل کرنا ہے یا کسی حرف کو مقدم

یاموخرکرنا اسطرح کم یا زیادہ کرنا تاکہ قارئین کے لیے اسانی

ہو

میں نے اسکو مستقل تصنیف کی طرح ابواب، فصول

فہرست، مقدمات، اور عناوین پرمرتب نہیں کیا ہے۔ بلکہ جہاں

بھی فائدے کی چیز پاکر اسکول غنیمت سمجھ کر فائدے اور

استفادے کے لیے ایک مجموعہ بنایا

ستمبر ۱۲۰۲ میں، میں تبلیغی جماعت کے، ساتھ سال کے لیے

اللہ تعالی کی فضل سے نکلا۔ جس وقت میرے پاس لکھنے کے لیے

سرف موبائل اور اور اس کے اندر کتابوں کا ذخیرہ تھا

اخیر میں گزارش ہے کوتاہی انسانی فطرت ہیں۔ اس میں مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالی

سے اپنے اور اپنے والدین

اور تمام مسلمانوں کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ امین

کتبہ مولوی سیدولی شاہ

صفر۱/۱/۳۴۴۱ستمبر۲/ ۲۰۲۱

ماہِ شعبان، شبِ براء ت اور ہماری بے اعتدالیاں

ماہِ شعبان ایک بابرکت مہینہ ہے، ”شعبان“ عربی زبان کے لفظ ”شَعْبْ“ سے بنا ہے، جس کے معنی پھیلنے کے آتے ہیں اور چوں کہ اس مہینے میں رمضان المبارک کے لیے خوب بھلائی پھیلتی ہے اسی وجہ سے اس مہینے کا نام ”شعبان“ رکھاگیا۔ (عمدة القاری، باب صوم شعبان۱۱/۱۱۶، فیض القدیر۲/۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مَا رَأَیْتُ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ شَہْرٍ قَطُّ الَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَیْتُہ فِيْ شَہْرٍ اَکْثَرَ مِنْہُ صِیَامًا فِيْ شَعْبَانَ (صحیح بخاری ۱/۲۶۴، صحیح مسلم ۱/۳۶۵) یعنی میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پورے اہتمام کے ساتھ) رمضان المبارک کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں۔ ایک اور حدیث میں فرماتی ہیں: کَانَ اَحَبُّ الشُّہُورِ اِلٰی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن یَّصومَہ شَعْبَان ثُمَّ یَصِلُہ بِرَمَضَانَ (کنزالعمال حدیث ۲۴۵۸۴) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مہینوں سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رکھتے رمضان سے ملادیں۔

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے سوا لگاتار دومہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ (ترمذی شریف۱/۱۵۵) یعنی نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم رمضان کے پورے مہینے کے ساتھ ساتھ شعبان کے بھی تقریباً پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم دن ناغہ فرماتے تھے۔

ماہِ شعبان میں روزے کی حکمتیں

ماہِ شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی اسباب اور کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں، علامہ محب طبری نے چھ حکمتیں بیان فرمائی ہیں، (عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۹) جن میں سے چار حکمتیں وہ ہیں جن کی طرف احادیث میں بھی اشارہ کیاگیا ہے، انھیں کو یہاں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) رمضان کی تعظیم اور روحانی تیاری

چناں چہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیاگیا کہ: ”اَیُّ الصَّوْمِ افضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ قالَ شعبانُ لِتَعْظِیْمِ رمضَانَ“ ترجمہ: رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: رمضان کی تعظیم کے لیے شعبان کا روزہ، الخ (ترمذی شریف ۱/۱۴۴، باب فضل الصدقہ) یعنی رمضان المبارک کی عظمت، اس کی روحانی تیاری، اس کا قرب اور اس کے خاص انواروبرکات کے حصول اور ان سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ ماہِ شعبان میں کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھنے کا سبب بنتا تھا اور شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہے جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے۔ (الطائف المعارف لابن رجب ۱/۱۳۸، معارف الحدیث ۴/۱۵۵)

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال کا اٹھایا جانا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے، لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں؛ حالاں کہ اس مہینے میں بندوں کے اعمال پروردگارِ عالم کی جانب اٹھائے جاتے ہیں، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتاہوں کہ میرا عمل بارگاہِ الٰہی میں اس حال میں پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ (شعب الایمان حدیث ۳۸۲۰، فتح الباری ۴/۲۵۳)

(۳) مرنے والوں کی فہرست کا ملک الموت کے حوالے ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ماہِ شعبان میں اس کثرت سے روزے کیوں رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ہر اس شخص کا نام ملک الموت کے حوالے کردیا جاتا ہے جن کی روحیں اس سال میں قبض کی جائیں گی؛ لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتاہوں کہ میرا نام اس حال میں حوالے کیا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔ (مسند ابو یعلی حدیث ۴۹۱۱، فتح الباری ۴/۲۵۳

(۴) ہر مہینے کے تین دن کے روزوں کا جمع ہونا

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ہر مہینے تین دن یعنی ایامِ بیض (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھتے تھے، (نسائی شریف ۱/۲۵۷) لیکن بسا اوقات سفر وضیافت وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جاتے اور وہ کئی مہینوں کے جمع ہوجاتے، تو ماہِ شعبان میں ان کی قضا فرماتے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ: ”کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم يَصُوْمُ ثَلاثَةَ ایامٍ من كُلِّ شَهْرٍ فَرُبَّمَا اَخَّرَ ذٰلِکَ حَتّٰى يَجْتَمِعَ عَلَيْهِ صَومُ السَّنَةِ فَيَصُوْمُ شعبانَ“ (روضة المحدثین ۲/۳۴۹، نیل الاوطار ۴/۳۳۱)۔

فائدہ(۱): مندرجہ بالا احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی حکمتوں کی وجہ سے شعبان میں کثرت کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِذَا بَقِیَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلاَ تَصُوْمُوْا (ترمذی شریف ۱/۱۵۵، جامع الاحادیث ۲/۴۴۵) یعنی جب آدھا شعبان باقی رہ جائے تو روزے مت رکھو۔ تو علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس حدیث شریف میں ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جن کو روزہ کمزور کرتا ہے، ایسے لوگوں کو اس حدیث شریف میں یہ حکم دیاگیا کہ نصف شعبان کے بعد روزے مت رکھو؛ بلکہ کھاؤ پیئو اور طاقت حاصل کرو؛ تاکہ رمضان المبارک کے روزے قوت کے ساتھ رکھ سکو اور دیگر عبادات نشاط کے ساتھ انجام دے سکو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ طاقت ور تھے، روزوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزوری لاحق نہیں ہوتی تھی؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھتے تھے اورامت میں سے جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور روزے ان کو کمزور نہیں کرتے وہ بھی نصف شعبان کے بعد روزے رکھ سکتے ہیں، ممانعت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کو کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ (فتح الباری ۴/۲۵۳، تحفة الالمعی ۳/۱۱۱)

فائدہ (۲): ماہِ شعبان کے روزے صحیح روایات سے ثابت ہیں، جیساکہ تفصیل گزرچکی؛ لہٰذا شعبان کے کم از کم پہلے نصف حصے میں روزے رکھنے چاہئیں اور اس سنت کو زندہ کرنا چاہیے؛ اگرچہ یہ روزے نفلی ہیں نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں۔

شبِ براء ت میں کیا کیا جائے؟

ان احادیث شریفہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شبِ برأت ایک بابرکت اور عظمت والی رات ہے، اگرچہ شبِ برأت کے متعلق ذخیرئہ احادیث میں جتنی

حدیثیں آئی ہیں، وہ سب کمزور ہیں، ان کی سند محدثین کے اصول کے مطابق صحیح نہیں؛ مگر چوں کہ یہ متعدد حدیثیں ہیں اور مختلف صحابۂ کرام (مثلاً: ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو ثعلبہ خشنی، عثمان بن ابی العاص اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم) سے مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہیں؛ اس لیے یہ روایات کم از کم "حسن لغیرہ" کے درجے میں ہیں؛ اسی لیے بعض اکابر محدثین نے کہا ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہے؛ چناں چہ مشہور غیرمقلد عالم "علامہ عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ" فرماتے ہیں: "اِعْلَمْ اَنہ قد وَرَدَ فی فضیلةِ لیلةِ النِّصفِ من شعبان عدةُ احادیثَ مجموعُہا یَدُلُّ علی اَنَّ لَہا اَصْلاً" پھر چند احادیث شریفہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "فہٰذه الأحاديث بِمَجْمُوعِہَا حُجَّةٌ علی من زَعَمَ اَنَّہ لم یَثْبُتْ فی فضیلة لیلةِ النِّصفِ من شعبانَ شیْءٌ" یعنی یہ تمام حدیثیں مجموعی اعتبار سے اس شخص کے خلاف حجت ہیں جس نے گمان کیا کہ پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت کے سلسلے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ (تحفة الاحوذی ۳/۳۶۵، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان)

اسی وجہ سے اکثر بلاد اسلامیہ کے دین دار حلقوں میں ہر زمانے میں اس رات کے اندر عبادت، دعا اور استغفار نیز اس کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا رہا ہے، اس خاص موقع پر کن کاموں کو کس طریقے پر کرنا چاہیے اور کن امور سے پرہیز کرنا چاہیے؟ ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

(۱) شب براء ت میں عبادت کریں

اس سلسلے میں چند باتیں پیش نظر رہنی ضروری ہیں: (الف): نفلی عبادت تنہائی میں اور اپنے گھر میں ادا کرنا افضل ہے؛ لہذا شب براء ت کی عبادت بھی گھر میں کریں، مسجد میں نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ

مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْہَا قُبُوْرًا“ (بخاری شریف ۱/۱۵۸) اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں بناؤ یعنی نوافل گھر میں ادا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی (تحفۃ القاری ۳/۵۰۷)

(ب) اس رات میں (اسی طرح شب قدر میں بھی) عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں؛ ذکر وتلاوت، نفل نماز، صلاۃ التسبیح وغیرہ کوئی بھی عبادت کی جاسکتی ہے۔

(ج) اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق عبادت کرنی چاہیے، اتنا بیدار رہنا صحیح نہیں ہے کہ آدمی بیمار ہوجائے۔

(د) پورے سال فرض نماز کا اہتمام کیا جائے، صرف شب براء ت میں نفلی عبادت کرکے اپنے کو جنت کا مستحق سمجھنا باطل خیال ہے، یوں اللہ تعالیٰ مختار کل اور قادر مطلق ہے جس کو چاہے معاف کرسکتا ہے۔

(ھ) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس رات میں ایک مخصوص طریقے سے دو رکعت نماز پڑھ لی جائے تو جو نمازیں قضا ہوگئیں وہ سب معاف ہوجائیں گی۔ یہ بات بالکل بے اصل ہے۔

(و) شب براء ت میں فضول گپ شپ میں شب بیداری کرنا، گلیوں، چوراہوں اور ہوٹلوں میں وقت گذارنا بالکل بے سود؛ بلکہ ”نیکی برباد گناہ لازم“ کا مصداق ہے۔

(۲) قبرستان جانے کا مسئلہ

حدیث شریف گذرچکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات قبرستان تشریف لے گئے؛ مگر واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اس قدر خفیہ تھا کہ آپ نے اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا سے بھی اپنے جانے کو مخفی رکھا اور کسی بھی صحابی کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے اور بعد میں بھی کسی صحابی کو اس عمل کی ترغیب دینا ثابت نہیں؛ اس لیے شب براء ت میں ٹولیوں کی شکل میں قبرستان جانا، اس کو شب براء ت کا جز ولازم سمجھنا،راستوں میں روشنی کا اہتمام کرنا، یہ دین میں زیادتی اور غلو ہے، بغیر کسی اہتمام اور پابندی کے قبرستان جانا چاہیے!

(۳) پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے امت میں پندرہویں تاریخ کے روزہ رکھنے کا معمول رہا ہے۔ اگرچہ وہ حدیث باتفاقِ محدثین انتہائی ضعیف ہے؛ کیونکہ اس کے ایک راوی ”ابوبکر بن عبد اللہ بن محمد بن ابی سبرہ“ پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔ تاہم اس حدیث شریف کو موضوع نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ ابوبکر بن عبد اللہ پر حدیثیں گھڑنے کے الزام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث بھی اس کی بنائی ہوئی ہے، جس کی تین وجوہات ہیں: (۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اصولِ حدیث وغیرہ کی مختلف کتابوں میں صراحت ہے کہ کسی حدیث کی سند میں کوئی راوی متّہم بالکذب یا متّہم بالوضع پایا جائے تو محض اتنے سے وہ حدیث موضوع نہیں ہوجاتی، جب تک کہ کوئی دوسری دلیل اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہ کرے؛ چناں چہ امام سخاوی فرماتے ہیں: ”ہٰذا مَعَ اَنّ مُجَرّدَ تَفَرُّدِ الْکَذّابِ بَلِ الْوَضّاعِ ولو کان بعدَ الاسْتِقْصَاءِ والتَّفْتِیْشِ منْ حافِظٍ مُتَبَحّرٍ تَامِّ الاسْتِقْرَاءِ غَیْرُ مُسْتَلْزِمٍ لِذٰلِکَ بل لابُدّ مَعَہ من انضِمَامِ شَیْءٍ مِمّا سَیَأتِیْ“ ترجمہ: محض کسی جھوٹے بلکہ وضّاعِ حدیث کا کسی حدیث میں متفرد ہونا اس کو (یعنی حدیث کے موضوع ہونے کو) مستلزم نہیں، اگرچہ اس کا ثبوت کسی متبحر اور دیدہ ور حافظِ حدیث کی تحقیق سے ہوا ہو؛ بلکہ اس کے ساتھ کسی اور دلیل کا ملنا بھی ضروری ہے، جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔ (فتح المغیث ۲/۶۸، باب تحمل الاجازة)

مثلاً: حدیث: ”لا تقولوا سورۃ البقرۃ الخ“ کو امام احمد نے منکر اور اس کے راوی ”عُبیس“ کو منکر الحدیث کہا ہے، جس کی وجہ سے علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث شریف کو موضوعات میں داخل کردیا، تو علامہ جلال الدین سیوطی نے حافظ ابن حجر کا اس پر سخت اعتراض نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ”قال ابنُ حجر فی اَمالِیْہ اَفْرَطَ ابنُ الجوزی فی اِیْرادِ ہٰذا الحدیثِ فی الْمَوْضُوْعاتِ ولَمْ یَذْکُرْ مُسْتَنَدَہ اِلَّا قولَ احمد وتضْعِیْفَ عُبَیْسَ وہٰذا لاَ یَقْتَضِیْ وَضْعَ الْحَدِیْثِ“ یعنی ابن جوزی نے اس حدیث شریف کو موضوعات میں شمار کرکے تشدد سے کام لیاہے اور دلیل میں حضرت امام احمد کے قول اور عبیس کی تضعیف کے علاوہ کچھ اور ذکر نہیں کیا؛ لیکن یہ بات اس حدیث کے موضوع ہونے کا تقاضہ نہیں کرتی۔ (اللآلی المصنوعہ ۱/۲۱۸)

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ پندرہویں شعبان کے روزے کی فضیلت والی حدیث کو محض اس وجہ سے موضوع کہنا کہ اس کے ایک راوی ”ابوبکر بن عبد اللہ“ پر وضعِ حدیث کا الزام ہے، بالکل غلط ہے، خود مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن مبارک پوری اس حدیث کو شب براء ت کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اس شخص پر حجت قائم کرتے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت ثابت نہیں، جیساکہ ان کی عبارت اوپر گزرگئی، اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو ہرگز وہ یہ بات نہ فرماتے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث شریف سنن ابن ماجہ کی ہے اور بعض حضرات نے سنن ابن ماجہ کی موضوع احادیث کی نشان دہی کی ہے اور اس سلسلے میں ایک رسالہ ”مَا تَمَسُّ اِلَیْہِ الْحَاجۃ“ لکھا ہے، جس میں ان تمام موضوع احادیث کو ذکر کردیاگیا ہے؛ لیکن ان میں اس حدیث شریف کا ذکر نہیں ملتا۔

(۳) درج بالا سطور میں تفصیل کے ساتھ یہ بات بیان کی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث موضوع نہیں، اس کو موضوع قرار دینا محدثین کے اصول کے خلاف نیز کم علمی کی دلیل ہے، ہاں یہ حدیث شریف ضعیف ضرور ہے؛ مگر اس کا ضعف اس پر عمل کرنے سے مانع نہیں؛ کیوں کہ محدثین نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ "باب الفضائل" میں ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے؛ چناں چہ امام احمد، عبدالرحمن بن مہدی اور عبداللہ بن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول منقول ہے: "اذا رَوَیْنَا فی الحلالِ والحرامِ شَدَّدْنَا واِذَا رَوَیْنَا فی الفضائِلِ ونَحْوِہَا تَسَاہَلْنَا" جب ہم حلال وحرام کے باب میں حدیث نقل کرتے ہیں تو مکمل احتیاط اور سختی سے کام لیتے ہیں اور جب فضائل وغیرہ کے باب میں روایت کرتے ہیں تو نرمی برتتے ہیں۔ (اللآلی المصنوعہ ۱/۹۹)

اسی طرح علامہ سیوطی فرماتے ہیں: "یَجُوْزُ عِنْدَ اَہْلِ الْحَدِیْثِ وغَیْرِہِمْ التّسَاہُلُ فی الاَسَانِیْدِ الضَّعِیْفَةِ وَرِوَایَةِ مَا سِوَی الْمَوْضُوعِ من الضّعِیْفِ والعَمَلِ بِہ من غیرِ بَیَانِ ضُعْفِہ فی غیرِ صِفَاتِ اللّٰہ تعالٰی والاحْکَام کالحلالِ والحرامِ" ترجمہ: محدثین وغیرہم کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل برتنا اور موضوع کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں کو ان کا ضعف بیان کیے بغیر روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا جائز ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام مثلاً حلال وحرام کی حدیثوں میں ایسا کرنا جائز نہیں۔ (تدریب الراوی ۱/۲۹۸، النوع الثانی والعشرون المقلوب)

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پندرہویں شعبان کے روزے کو نہ تو سنت قرار دینا مناسب ہے اور نہ بدعت؛ البتہ مستحب کہا جائے گا؛ کیوں کہ ایک ضعیف حدیث میں اس کی فضیلت مذکور ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے۔

لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ ماہِ شعبان کے اکثر حصے کے روزے رکھے جائیں، یہ نہ ہوسکے تو ماہ شعبان کے نصف اوّل کے روزے رکھے جائیں، یہ بھی نہ ہوسکے تو ایام بیض (۱۳، ۱۴،۱۵ شعبان) کے روزے رکھے جائیں اور اتنا بھی نہ ہوسکے تو کم ازکم پندرہ شعبان کا روزہ تو رکھ ہی لے، یہ روزہ بھی ان شاء اللہ موجب اجر ہوگا۔

شب براء ت کی خرافات

مندرجہ بالا تین اعمال شب براء ت سے متعلق ہیں، ان کے علاوہ دیگر تمام اعمال خلافِ سنت، بدعات و خرافات اور بے اصل ہیں، جن کی شریعت اسلامیہ میں قطعاً گنجائش نہیں، مثلاً:

(۱) آتش بازی

ان بدعات وخرافات میں سب سے بدترین اور ملعون رسم ”آتش بازی“ ہے، جو آتش پرستوں اور کفار ومشرکین کی نقل ہے، اس شیطانی رسم میں ہرسال مسلمانوں کی کروڑوں کی رقم اورگاڑھی کمائی آگ میں جل جاتی ہے، بڑی دھوم دھام سے آگ کا یہ کھیل کھیلا جاتا ہے، گویا ہم خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی اور عبادت واستغفار کا تحفہ پیش کرنے کے بجائے اپنے پٹاخے اور آگ پیش کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ آتش بازی کی یہ بدترین رسم تین بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے:

(الف) اسراف وفضول خرچی

قرآنِ کریم میں اپنی کمائی فضولیات میں خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیاگیاہے، ارشادِ خداوندی ہے: ”اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ

الشَّیَاطِیْن“ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ (سورئہ بنی اسرائیل:۲۷)

(ب) کفار ومشرکین کی مشابہت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایاہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَہُوَ مِنْہُمْ (مشکوٰة شریف ص۳۷۵) یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت اور ان کے طور طریق اختیار کرے گا اس کا شمار انھیں میں ہوگا؛ مگر افسوس ہے ہماری زندگی پر کہ ہر چیز میں آج ہم کو غیروں کا طریقہ ہی پسند ہے اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے نفرت ہے۔

(ج) دوسروں کو تکلیف دینا

جب پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں تو اس کی آواز سے کتنے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اس کو ہر شخص جانتا ہے، جب کہ ہمارا مذہب اسلام ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مومن آدمی سے کسی بھی شخص کو (مسلم ہو یا غیرمسلم) تکلیف نہیں ہونی چاہیے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الْمُوٴمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ علٰی دِمَائِہِمْ وَاَمْوَالِہِمْ، (ترمذی شریف۲/۹۰) یعنی صحیح معنی میں موٴمن وہ شخص ہے جس سے تمام لوگ اپنی جانوں اور مالوں پر مامون اور بے خوف وخطر رہیں، یہاں تک کہ جانوروں کو تکلیف دینا بھی انتہائی مذموم، شدید گناہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب قرار دیاگیا ہے۔ (صحیح بخاری ۲/۸۲۸، صحیح مسلم حدیث ۱۹۵۸، کتاب الصید والذبائح) حاصل یہ ہے کہ صرف ”آتش بازی“ کی ایک رسم کئی بدترین اور

بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے، جو کسی بھی طرح مسلم معاشرے میں رواج پانے کے لائق نہیں؛ بلکہ پہلی فرصت میں قابلِ ترک ہے۔

۲) چراغاں کرنا

شبِ براء ت کے موقع پر بعض لوگ گھروں، مسجدوں اور قبرستانوں میں چراغاں کرتے ہیں، یہ بھی اسلامی طریقے کے خلاف ہے اور غیرمسلموں کے تہوار دیوالی کی نقل اور مشابہت ہے۔ علامہ بدرالدین عینی نے لکھاہے کہ: چراغاں کی رسم کا آغاز یحییٰ بن خالد برمکی سے ہوا ہے، جو اصلاً آتش پرست تھا، جب وہ اسلام لایا تو اپنے ساتھ یہ آگ اور چراغ کی روشنی بھی لایا، جو بعد میں مسلم سوسائٹی میں داخل ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کو مذہبی رنگ دے دیاگیا۔ (عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۷) اسی طرح غیرمسلموں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے یہ رسم ہم نے اسلام میں داخل کرلی اور غیروں کی نقالی کرنے لگے، جب کہ غیروں کی نقل ومشابہت پر سخت وعید آئی ہے جس کو اوپر بیان کردیاگیا۔

(۳) حلوہ پکانا

شبِ براء ت میں بعض لوگ حلوہ بھی پکاتے ہیں؛ حالاں کہ اس رات کا حلوے سے کوئی تعلق نہیں۔ آیات کریمہ، احادیث شریفہ، صحابۂ کرام کے آثار، تابعین و تبع تابعین کے اقوال اور بزرگانِ دین کے عمل میں کہیں اس کا تذکرہ اور ثبوت نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ شیطان نے یہ سوچا کہ اس رات میں عبادت واستغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ لا تعداد لوگوں کی مغفرت فرمائے گا اور ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا تو مجھ سے یہ بات کیسے برداشت ہوگی؛ اس لیے اس نے مسلمانوں کو ان خرافات میں پھنسا کر سنّت طریقے سے دور کردیا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک جب شہید ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایاتھا، یہ بات بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک غزوئہ احد میں شہید ہوئے تھے، اور غزوئہ احد ماہِ شوال میں پیش آیا تھا، جب کہ حلوہ شعبان میں پکایا جاتا ہے، دانت ٹوٹنے کی تکلیف ماہِ شوال میں اور حلوہ کھایا گیا دس مہینے بعد شعبان میں، کس قدر بے ہودہ اور باطل خیال ہے!

(۴) گھروں کا لیپنا پوتنا، نئے کپڑے بدلنا اوراگربتی وغیرہ جلانا

شبِ براء ت کے موقع پر گھروں کی لپائی پوتائی اور نئے کپڑوں کی تبدیلی کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، نیز گھروں میں اگربتی جلاتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس رات میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، ان کے استقبال میں ہم ایسا کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ بالکل فاسد اور مردود ہے، یہ عقیدہ رکھنا جائز نہیں؛ لہٰذا ان بدعتوں سے بھی احتراز لازم ہے۔

(۵) مسور کی دال پکانا

یہ بھی بے ہودہ رسم ہے۔

غرض یہ تمام رسمیں خرافات اور بے اصل ہیں، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں؛ لہٰذا ان سب چیزوں سے احتراز لازم ہے، ہماری کامیابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہی مضمر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: كُلُّ اُمَّتِی يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلاَّ مَنْ اَبٰی، قَالُوْا: وَمَنْ يَّأبٰی؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی. (بخاری شریف ۲/۱۰۸۱، حدیث ۷۲۸۰) یعنی میری امت کا ہر ہر فرد جنت میں داخل ہوگا؛ مگر جو انکار کرے گا اور بات نہیں مانے گا وہ جنت سے دور رہے گا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! انکار کون کرسکتا ہے؟ ارشاد

ہوا: جو شخص میری اطاعت و فرماں برداری کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا اس نے گویا انکار کردیا، جس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور بدعات وخرافات سے حفاظت فرماکر اتباعِ سنت کے جذبے سے مالامال فرمائے!آمین ثم آمین!

دعاء انس رضی اللہ عنہ کی تحقیق

یہ دعا مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں ، آپ نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے ۔

دعا کا واقعہ یہ ہےکہ: ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ، حجاج نے اپنے اصطبل خانہ کے گھوڑوں کا معاینہ کرواکر تفاخراً حضرت انس سے دریافت کیا کہ : کیا حضور ﷺ کےیہاں بھی ایسے گھوڑے تھے ؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا : حضور ﷺ کے گھوڑے تو جہاد کے لئے تھے ، فخر وغرور ونمائش کے لئے نہیں تھے۔

اس جواب پر حجاج آپ پر غضب ناک ہوگیا ۔ اور اس نے کہاکہ: اے انس اگر تو نے پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت نہ کی ہوتی اور امیر المومنین عبدالملک بن مروان کا خط تمہاری سفارش میں نہ آیا ہوتا کہ اس نے تمہارے ساتھ رعایت کرنے کے بارے میں لکھا ہے ،تو میں تمہارے ساتھ وہ کچھ کرتا جو میرا دل چاہتا ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ! نہیں اللہ کی قسم تو ہرگز میرے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا ،اور میری جانب بری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا ۔بلاشبہ میں نے رسول ﷺ سے چند کلمات کو سن رکھا ہے ، میں ہمیشہ ان کلمات کی پناہ میں رہتا ہوں اور ان کلمات کے طفیل میں کسی بادشاہ کے غلبہ اور شیطان کی برائی سے نہیں ڈرتا ۔

حجاج یہ سن کر ہیبت زدہ ہوگیا اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر کہا :اے ابو حمزہ وہ کلمات مجھے سکھا دو ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: نہیں میں ہرگز وہ کلمات تمہیں

نہیں سکھاؤں گا کیوں کہ تم اس کے اہل نہیں ہو ۔

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ کے خادم حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے استفسار پر آپ نے ان کو یہ کلمات سکھائے ۔اور کہا کہ انہیں صبح و شام پڑھا کر اللہ تعالیٰ تجھے ہر آفت سے حفاظت میں رکھے گا ۔

دعاء کے کلمات مختلف کتابوں میں کمی بیشی کے ساتھ اس طرح ہیں :

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ ،

بِسْمِ اللَّهِ عَلَى نَفْسِي وَدِينِي ، بِسْمِ اللَّهِ عَلَى أَهْلِي وَمَالِي ، بِسْمِ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ أَعْطَانِي رَبِّي ،

بِسْمِ اللَّهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ ، بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ دَاءٌ ،

بِسْمِ اللَّهِ افْتَتَحْتُ، وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ ،

اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي، لَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ،

أَسْأَلُكَ اللَّهُمَّ بِخَيْرِكَ مِنْ خَيْرِكَ، الَّذِي لَا يُعْطِيهُ أَحَدٌ غَيْرُكَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ،

اجْعَلْنِي فِي عِيَاذِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ سُلْطَانٍ، وَمِنْ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ، وَمِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ،

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ، وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ: حَسْبِيَ اللَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

اللّٰهم إني أستَجيرُك مِنْ شَرِّ جَمِيعِ كُلِّ ذِي شَرٍّ خَلَقْتَهُ، وَأَحْتَرِزُ بِكَ مِنْهُمْ ،

وَأُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيَّ : بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، اللَّهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ}، وَمِنْ خَلْفِي مِثْلَ ذَلِكَ، وَعَنْ يَمِينِي مِثْلَ ذَلِكَ، وَعَنْ يَسَارِي مِثْلَ ذَلِكَ، وَمِنْ فَوْقِي مِثْلَ ذَلِكَ ، وَمِنْ تَحْتِي مِثْلَ ذَلِكَ ،

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ.

واقعه کی تخریج :

عمل اليوم والليلة لابن السني (ص: 307)،الدعاء للطبراني (ص: 323)، الفوائد المنتقاة لابن السماك (ص: 27)،المنتظم في تاريخ الملوك والأمم (6/ 339)، تاريخ دمشق لابن عساكر (52/ 259) ، مجموع رسائل الحافظ العلائي

(ص: 358)الخصائص الكبرى (2/ 298) ، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد (10/ 228)

واقعه کی اسانید :

١ـ أبان بن أبي عياش ، عن أنس بن مالك رضي الله عنه ـ

عمل اليوم والليلة لابن السني (ص: 307)، تاريخ دمشق لابن عساكر (52/ 259) الخصائص الكبرى (2/ 298) ، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد (10/ 228).

ـ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بن عُمَيرٍ القصَّارُ، عن أَبِيهِ ، عَن أَنَس بْنِ مَالِكٍ

(الدعاء للطبراني ص: 323) ، مجموع رسائل الحافظ العلائي (ص: 358) ، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم (6/ 339)

3- يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

(الثاني من الفوائد المنتقاة لابن السماك ص: 27)
4- عبد الملك بن خصاف الجزري ، عن خصيف بن عبد الرحمن الجزري ، عن أنس
شرف المصطفى للخركوشي 5/7
5- علاء بن زيد الثقفي ، عن أنس
مجموع رسائل الحافظ العلائي (ص: 359) بدون سند .

اسانید کا حال :

ابان بن ابی عیاش تو متروک ہے ، تو اس کی روایت اگر تفرد ہو توشدید الضعف ہوگی، لیکن بقیہ اسانید کے راویوں کی متابعت کی وجہ سے ضعف میں تخفیف ہوگی ۔ بقیہ اسانید وطرق سے نا واقفیت کی بناء پر بعض حضرات نے اس روایت کو باطل قرار دیا ، جو صحیح نہیں ہے ۔
محمد بن سہل بن عمیر قصار کی توثیق مسلمۃ بن قاسم سے زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے

کتاب (الثقات ۸/۳۲۹) میں نقل کی ہے ، البتہ ان کے والد کا حال معلوم نہیں ھے ۔

یحیی بن عباد، اس کےباپ دادا کا بھی حال معلوم نہیں ہے ، کتابوں میں ترجمہ نہیں ملا ، توسند میں مجاہیل کی وجہ سے ضعیف مانی جائے گی ۔

چوتھی سند کا حال ٹھیک ہے ،کسی راوی میں جرح شدیدنہیں ہے ، تو اس کا اعتبار کرسکتے ہیں ۔

پانچویں سند بھی غیر معتبر ہے ، علاء بن زید متروک منکر الحدیث ہے ۔

متن حدیث کے شواہد :

ظالم حاکم سے اندیشہ کے وقت پڑھنے کی جو دعائیں وارد ہیں ، ان میں اس طرح کے الفاظ منقول ہیں ، جو زیر بحث روایت کی تایید کرسکتے ہیں ،مثال کے طور پر :

* حديث عبد الله بن مسعود : «إِذَا تَخَوَّفَ أَحَدُكُمُ السُّلْطَانَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ " - يَعْنِي الَّذِي يُرِيدُ - " وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَأَتْبَاعِهِمْ أَنْ يُفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ»

رواه ابن أبي شيبة، والطبراني في الدعاء 1056، والبخاري في الأدب. 707 وهو شاهد لا بأس به إلا أنه روي مرفوعا وموقوفا.

* حديث ابن عمر: إِذَا خِفْتَ سُلْطَانًا أَوْ غَيْرَهُ، فَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ.

رواه ابن السني في عمل اليوم والليلة (345) وهو شاهد ضعيف.

* حديث ابن عباس : إِذَا أَتَيْتَ سُلْطَانًا مَهِيبًا تَخَافُ أَنْ يَسْطُوَ بِكَ فَقُلِ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ

خَلْقِهِ جَمِيعًا، اللَّهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكِ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ، وَجُنُودِهِ، وَأَتْبَاعِهِ، وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، إِلَهِي كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَعَزَّ جَارُكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ (ثَلَاثُ مَرَّاتٍ).

رواه البخاري في الأدب المفرد 708 وابن أبي شيبة 29177 والطبراني في الدعاء 1060. وهو شاهد لا بأس به، رجاله رجال الصحيح.

اسی طرح (بِسْمِ اللَّهِ عَلَى نَفْسِي وَدِينِي، بِسْمِ اللَّهِ عَلَى أَهْلِي وَمَالِي) معرفۃ الصحابہ لأبی نعیم (1/ 438) میں بدر بن عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیں ۔

(بِسْمِ اللَّهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ) التحيات کی روایات میں حضرت عمر کی روایت سے منقول ہیں ، السنن الكبرى للبيهقي (2/ 203)۔

(بِسْمِ اللَّهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ دَاءٌ) مصنف ابن ابی شیبہ(5/ 138)میں حدیث24500.

خلاصہ :

دعاء انس صحیح ہے ، اس کے پڑھنے کی اجازت ہے ، متن میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن پر شرعا کوئی گرفت ہو ، اس کی اسانید میں اگرچہ ضعف ہے ، لیکن تعدد طرق سے ضعف کا انجبار ہوجائے گا ، اور اس کے الفاظ کے شواہد بھی احادیث میں وارد ہیں ۔

هذا ما تيسر جمعه وترتيبه ، والعلم عند الله

کیا یہ مشورہ کی دعاہے؟

(اللّھم اَلھِمنا مَرَاشِدَ اُمورنا واَعِذنا مِن شُرور انفُسنا ومن سَیئاتِ اعمالنا)

اس کا جواب مجھے مطلوب ہے

الجواب : اس دعا کے الفاظ ترمذی شریف کی ایک طویل حدیثمیں اس طرح سےواردہوئےہیں :

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لأَبِي: يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ اليَوْمَ إِلَهًا؟ قَالَ أَبِي: سَبْعَةً سِتَّةً فِي الأَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ. قَالَ: فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ؟ قَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ. قَالَ: يَا حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ. قَالَ: فَلَمَّا أَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِيَ الكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَعَدْتَنِي، فَقَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ

أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي . رواه الترمذی (3483).

ترجمہ : حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے باپ (حضرت حصین) سے جو اس وقت تک ایمان و اسلام کی دولت سے بہرہ مند نہیں تھے فرمایا : اے حصین آج کل تم کتنے معبودوں کی بندگی کرتے ہو؟ میرے باپ نے عرض کیا کہ : سات معبودوں کی جن میں سے چھ تو زمین پر ہیں ، اور ایک آسمان میں ہے (جو سب کا خالق ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : پھر ان میں سے کون سا معبود تمہاری امید اور تمہارے خوف کا مرجع ہے؟ یعنی ان میں سے کس معبود سے تم ڈرتے ہو اور اس سے بھلائی کی امید رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا : جو آسمان میں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : حصین ! جان لو اگر تم مسلمان ہو جاتے تو میں تمہیں دو کلمے سکھاتا جو تمہیں دنیا و آخرت

میں فائدہ پہنچاتے ،حضرت عمران کہتے ہیں کہ : چنانچہ جب میرے باپ حضرت حصین مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ ! مجھے اب وہ دو کلمے بتائیے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا یہ پڑھو (اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي) اے اللہ ، میرے دل میں میری ہدایت ڈال دے ، اور میرے نفس کی برائی سے مجھے پناہ دے۔

یہ دعا احادیث میں اسی طرح مذکورہے،اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ یہ دعا کسی مخصوص وقت اور کام کے لئے نہیں ، عام ہے، بلکہ مشورہ کی کوئی خاص دعا بعینہ الفاظ کےساتھ یا دیگر الفاظ سے مجھے نہیں ملی،بہت ممکن ہے کہ اسی حدیث سے اخذ کی گئی ہو...کچھ صیغے اور ضمائر کی زیادتی وتبدیلی کے ساتھ۔

مشورہ کے وقت مذکورہ دعا پڑھنے کی اگرچہ کوئی ممانعت معلوم نہیں ہوتی ہے ، لیکن اسےمشورہ کی مسنون دعا سمجھ کر نہ پڑھا جائے۔

نوٹ : مذکورہ بالا دعا ، حدیث کی کتابوں میں متعدد الفاظ سے وارد ہوئی ہے ، چند دیگر الفاظ ملاحظہ فرمائیں :

اللهُمَّ قِنِي شَرَّ نَفْسِي ، وَاعْزِمْ لِي عَلَى أَرْشَدِ أَمْرِي . مسند احمد

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَهْدِيكَ لِأَرْشَدِ أَمْرِي ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي . طبرانی

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَهْدِيكَ لِأَرْشَدِ أُمُورِي ، وَأَسْتَجِيرُكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي . طبرانی

اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَعْزِمَ لِي عَلَى رُشْدِ أَمْرِي . مشكل الآثار

اللهم ألهمني رُشدي، وقني شرَّ نفسي .جامع المسانيد لابن كثير

اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي وَعَافِنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي . الاسماء والصفات للبيهقى

اللَّهُمَّ قِنِي شَرَّ نَفْسِي، وَاعْزِمْ لِي عَلى رُشْد أمْرِي ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا أَسْرَرْتُ، وَمَا أعْلَنْتُ، وَمَا أَخْطَأتُ، وَمَا عَمَدْتُ، وَما جَهِلْت . ابن حبان وغيره

سفر میں سنتوں کے پڑھنے کا حکم / سنتوں میں قصر ہے یا نہیں؟

سوال

سفر میں قصر نماز واجب ہے تو کیا سنتیں بھی واجب ہیں؟مجھ پر کسی نے اشکال کیا کہ سفر میں فرض آدھےہوجاتے ہیں تم سنتیں پڑھ رہے ہو؟ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب

واضح رہے کہ سفر کی حالت ہو یا حضر (اقامت) کی حالت بہر صورت سنتوں کا حکم یہی ہے کہ وہ سنتیں ہیں، یعنی فرض یا واجب نماز کی طرح لازم نہیں ہیں، اور حالتِ سفر میں قصر کا حکم صرف چار رکعات والی فرض نمازوں میں ہے، اس کے علاوہ نمازوں میں قصر نہیں ہے۔ یعنی سنن ونوافل جب سفر میں پڑھے جائیں تو پورے پڑھے جائیں گے، البتہ سفر میں سنتیں پڑھنے کے حوالے سے حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سفر جاری ہو اورجلدی ہو یا گاڑی نکلنے کا اندیشہ ہو، یا ساتھیوں کو پریشانی ہورہی ہو، یا خوف

ہو تو پھر صرف فرائض کی ادائیگی کافی ہے، اور فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی سنتوں کو چھوڑنا جائز ہے، البتہ فجر کی سنتوں کی تاکید چوں کہ زیادہ ہے، اس لیے فجر کے فرائض کے ساتھ وہ بھی پڑھی جائیں گی۔ اور اگر سفر جاری ہو اور کسی مقام پر نماز کے لیے ہی رکے ہوں اور جلدی نہ ہو اور امن ہو تو سنتوں کا پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ بہرحال اس صورت میں بھی سنت کا حکم وجوب کا نہیں ہے، بلکہ پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح اگر مسافر کسی شہر یا بستی میں ٹھہرا ہو چاہے، پندرہ دن سے کم ہی قیام ہو تو راجح قول کے مطابق سنتیں پڑھنی چاہییں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔

البحر الرائق (2/ 141):

وقيد بالفرض؛ لأنه لا قصر في " الوتر والسنن واختلفوا في ترك السنن في السفر، فقيل: الأفضل هو الترك ترخيصاً، وقيل: الفعل تقرباً، وقال الهندواني: الفعل حال النزول والترك حال السير، وقيل: يصلي سنة الفجر خاصةً، وقيل: سنة المغرب أيضاً، وفي التجنيس: والمختار أنه إن كان حال أمن وقرار يأتي بها؛ لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، وإن كان حال

خوف لايأتي بها؛ لأنه ترك بعذر

اهـ". فقط والله اعلم

فتوی نمبر : 144010200043

دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

کسی شہر میں پہنچنے یا داخل ہونے کی دعا

سوال

کسی شہر پہنچے تو اس کی دعا کیا ہے؟ جیسا کہ اے اللہ۔اس شہر میں میرے لیے برکت ڈال دے .

جواب

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی بستی یا شہر وغیرہ میں داخل ہونے لگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

”اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا “ (تین مرتبہ)

”اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا، وَحَبِّبْنَا إِلٰى أَهْلِهَا، وَحَبِّبْ صَالِحِيْ أَهْلِهَا إِلَيْـنَا“

ایک دوسری روایت میں یہ دعا بھی وارد ہوئی ہے:

”اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ، وَرَبَّ الْأَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا أَقَلَّتْ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا أَذَرَّتْ، وَرَبَّ

الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضَلَّتْ، إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيْهَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيْهَا".

(المعجم الأوسط (5/ 88):

"حدثنا عبد الرحمن بن الحسين أبو مسعود الصابوني التستري قال: نا عبد الأعلى بن واصل بن عبد الأعلى قال: نا إسماعيل بن صبيح اليشكري قال: نا مبارك بن حسان، عن نافع، عن ابن عمر قال: كنا نسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإذا رأى القرية يريد أن يدخلها

قال:« ’’اللهم بارك لنا فيها‘‘ ثلاث مرات، ’’اللهم ارزقنا جناها، وحببنا إلى أهلها، وحبب صالحي أهلها إلينا‘‘». لم يرو هذا الحديث عن مبارك بن حسان إلا إسماعيل بن صبيح ".

المعجم الأوسط (7/ 288):

"حدثنا محمد بن عبد الله بن رسته، نا إبراهيم بن المستمر العروقي، ثنا يعقوب بن محمد الزهري، حدثني إسحاق بن جعفر، حدثني محمد بن عبد الله الكناني، عن عامر بن عبد

الله بن الزبير، عن أبي لبابة بن عبد المنذر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا أراد دخول قرية، لم يدخلها حتى يقول: «اللهم رب السموات السبع وما أظلت، ورب الأرضين السبع وما أقلت، ورب الرياح وما أذرت، ورب الشياطين وما أضلت، إني أسألك خيرها، وخير ما فيها، وأعوذ بك من شرها، وشر ما فيها». لايروى هذا الحديث عن أبي لبابة إلا بهذا الإسناد، تفرد به: إبراهيم بن المستمر العروقي". فقط

والله اعلم

فتوی نمبر : 144010200420

دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

اجتماع گاہ کے میدان میں صفوں کے درمیان اتصال کا حکم

سوال

بنگلادیش میں ٹونگی کے میدان میں عالمی اجتماع ہوتا ہے، یہ میدان بہت بڑا ہے، لاکھوں افراد اس میں جمع ہوتے ہیں، تین دن تک نماز باجماعت ہوتی ہے، نماز کے لیے مسجد کی طرح صفیں بنائی ہوئی ہیں، امامت کے لیے ایک ممبر بھی ہے، مگر جماعت بڑی ہونے کی وجہ سے بعض لوگ پیچھے سے اقتدا کرتے ہیں، درمیان میں تین چار صف چھوڑ دیتے ہیں اس میں اتصال بھی نہیں ہوتا ہے، اب ان کی

اقتدا صحیح ہوئی یا نہیں؟ اس بارے میں علمائے بنگلہ دیش میں اختلاف ہوا ہے۔ ایک جگہ سے فتویٰ بھی صادر ہو چکا کہ یہ میدان مسجد کے حکم میں ہے؛ لہذا درمیان میں صفیں چھوڑ دینا زیادہ سے زیادہ مکروہ ہوگا، نماز ہو جائے گی۔ اور ایک جماعت عدمِ جواز کی قائل ہے؛ کیوں کہ یہ میدان ہے۔

اس مسئلہ میں آپ لوگوں کے کیا رائے ہے؟

جواب

واضح رہے کہ اقتدا کے درست ہونے کے لیے امام اور مقتدی کی جگہ کا متحد ہونا شرط ہے خواہ حقیقتاً متحد ہوں یا حکماً، مسجد ، صحنِ مسجد اور فناءِ مسجد یہ تمام جگہ بابِ اقتدا میں متحد ہیں، لہٰذا مسجد ، صحنِ

مسجد اور فناءِ مسجد میں اگر امام اور مقتدی، یا مقتدیوں کی صفوں کے درمیان دو صفوں کی مقدار یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تب بھی صحتِ اقتدا سے مانع نہیں ہوگا، اور نماز ادا ہوجائے گی، مگر بلاضرورت فاصلہ چھوڑنا مکروہِ تحریمی ہے۔

البتہ اگر امام اور مقتدی اور دوسری صفوں کے درمیان شارع عام ہو (یعنی ایسا کشادہ راستہ ہو جہاں سے گاڑی وغیرہ گزرسکے) یا ایسی وسیع نہر ہو جس سے چھوٹی کشتی گزرسکے، یا حوض شرعی (دہ در دہ) ہو تو یہ اشیاء (شارع عام، وسیع نہر، حوضِ شرعی) مسجد کے اندر بھی اتصال سے مانع ہیں، اس لیے ان

رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے اقتداصحیح نہیں ہوگی۔

اور مسجد سے باہر میدان یا صحراء وغیرہ میں اگر جماعت ہورہی ہو تو چوں کہ یہ مکان حقیقتاً متحد نہیں ہیں؛ اس لیے حکماً اتصال (یعنی صفوں کا متصل ہونا) ضروری ہے، لہٰذا اگر امام اور مقتدی کے درمیان دو صفوں کے بقدر (یعنی تقریباً آٹھ فٹ) یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو یہ بھی صحت اقتداسے مانع ہوگا، اور ان لوگوں کی نماز ادا نہیں ہوگی۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں اجتماع گاہ جس میں عارضی طور پر صفیں اور ممبر بنایا جاتا ہے یہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے، اس لیے اگر ان میں اتصال نہ ہو اور دو صفوں سے زیادہ

(تقریباً 8 فٹ) درمیان میں فاصلہ ہو تو جن لوگوں کےحق میں اتصال نہیں پایا جائے ان کی اقتدا درست نہیں ہوگی، اس لیے صفوں کے اتصال کا باقاعدہ نظم بنانا چاہیے، اور جن لوگوں کی بالکل ترتیب نہ بنے وہ اپنی علیحدہ جماعت کرکے نماز ادا کرلیں۔

فتاوی شامی میں ہے:

والصغری ربط صلاة المؤتم بالإمام بشروط" عشرة: نية المؤتم الاقتداء، واتحاد مكانهما وصلاتهما.

قوله: واتحاد مكانهما) فلو اقتدى راجل براكب) أو بالعكس أو راكب براكب دابة أخرى لم يصح لاختلاف المكان؛ فلو كانا على دابة واحدة صح

لاتحاده، كما في الإمداد، وسيأتي". (1 / 549، 550)، باب الامامة، ط: سعيد

وفيه ايضا:

"ويمنع من الاقتداء) صف من النساء بلا حائل) قدر ذراع أو ارتفاعهن قدر قامة الرجل، مفتاح السعادة أو (طريق تجري فيه عجلة) آلة يجرها الثور (أو نهر تجري فيه السفن) ولو زورقًا ولو في المسجد (أو خلاء) أي فضاء (في الصحراء) أو في مسجد كبير جدًّا كمسجد القدس (يسع صفين) فأكثر إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقًا.

عنوان: **قبر میں میت سے کتنے سوالات کیے جائیں گے؟**

سوال: **السلام علیکم، حضرت ! میں نے آپ کا ایک فتوی دیکھا تھا، جس میں درج تھا کہ قبر میں تین سوال ہونگے، حالانکہ ایک صحیح حدیث موجود ہے، جس میں چوتھے سوال کا بھی ذکر موجود ہے،** إنَّ الميتَ ليسمعُ خفقَ نِعالِهم حين يُولُّونَ ، قال : ثم يجلسُ ، فيقال له : من ربُّك ؟ فيقول : اللهُ ، ثم يقال له : ما دِينُك ؟ فيقول : الإسلامُ ، ثم يقال له : ما نبيُّكَ ؟ فيقول :

محمدٌ ، فيقال : وما عِلْمُك ؟ فيقول : عرفتُه ، آمنتُ به ، وصدَّقْتُه بما جاء به منَ الكتابِ ثم يُفسحُ له في قبرِه مدَّ بصرِه ، وتُجْعَلُ روحُه مع أرواحِ المؤمنينَ۔ **براہ کرم دونوں میں تطبیق کی صورت بیان فرمادیں۔**

جواب: واضح رہے کہ قبر میں فرشتے میت سے بنیادی طور پر تین باتوں کے بارے میں سوالات کرتے ہیں: رب، دین اور نبی کے بارے میں، جس کے الفاظ یوں ہوتے ہیں:

(1) تیرا رب کون ہے؟

(2) تیرا دین کیا ہے؟

(3) تیرے نبی کون ہیں؟

اس کے بعد مزید سوال (جو کہ در اصل تیسرے سوال ہی کی تکمیل ہے) یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ جس کی تفصیل سنن ابی داود کی روایت میں بیان ہوئی ہے، ذیل میں اس روایت کو بیان کیا جاتا ہے، جس میں سوالات وجوابات کا بھی ذکر ہے اور مزید احوالِ قبر کا ذکر ہے:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَهَذَا لَفْظُ هَنَّادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ

اللَّهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ «هَاهُنَا» وَقَالَ: " وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ: يَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِينُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ " قَالَ هَنَّادٌ: قَالَ: " وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا

دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ " قَالَ: " فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، «زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ»: فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: {يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا}- ثُمَّ اتَّفَقَا - قَالَ: " فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ " قَالَ: «فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا» قَالَ: «وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ» قَالَ: «وَإِنَّ الْكَافِرَ»

فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: "وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: لَهُ مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ كَذَبَ، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ " قَالَ: «فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا» قَالَ: «وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ» زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ: «ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ

مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا» قَالَ: «فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا» قَالَ: «ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ»".

عنوان: "اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کے ہر حصے سے ایک مٹھی مٹی لے کر اس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا... الخ حدیث کی تحقیق

(No-108699)

سوال: السلام علیکم، مفتی صاحب ! مندرجہ ذیل حدیث شریف کی صحت کے بارے میں تصدیق فرمائیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کے ہر حصے سے ایک مٹھی مٹی لے کر اس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، چنانچہ ان کی اولاد میں مٹی کی مناسبت سے کوئی لال، کوئی سفید، کالا اور ان کے درمیان مختلف

رنگوں کے اور نرم مزاج و گرم مزاج، بد باطن و پاک طینت لوگ پیدا ہوئے۔ (ترمذی، رقم الحدیث:2955)

جواب: سوال میں پوچھی گئی حدیث صحیح ہے اور حدیث کی مشہور کتاب "جامع الترمذی" میں مذکور ہے، ذیل میں اس حدیث کو مکمل سند، متن اور ترجمہ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، ومحمد بن جعفر، وعبد الوهاب، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ الْأَعْرَابِيِّ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى

الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ".

(جامع الترمذی: ٥/ ٧١، رقم الحديث: (٢٩٥٥)، باب ومن سورة البقرة)

وقال: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کے ہر حصے سے ایک مٹھی مٹی لے کر اس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، چنانچہ ان کی اولاد میں مٹی کی مناسبت سے کوئی لال رنگ کا پیدا ہوا، کوئی سفید رنگ کا اور کوئی کالے رنگ کا پیدا ہوا، اور ان رنگوں کے درمیان مختلف رنگوں کے لوگ پیدا ہوئے اور جس طرح زمین نرم اور سخت ہوتی ہے، اسی طرح نرم طبیعت اور سخت طبیعت کے لوگ بھی پیدا ہوئے اور نیک اور برے لوگ بھی پیدا ہوئے۔

امام ترمذی رحمہ اللّٰہ نے اس حدیث کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے۔

میں مولوی سیدولی شاہ دیوبندی حنفی کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے علماء کے، زبانوں پر ایسے اقوال جاری فرمائے ہیں۔کہ
جن سے لوگوں کے دلوں کو تقویت ملتے۔ ہیں۔ اور انکے اجسام مبارکہ پر ایسے افعال جاری کیں۔ جن کے دیکھنے سے انکھیں
منور ہو جاتی ہیں۔ اور ایسی حکمتیں انکی زبانوں پر جاری
فرمای جن سے لوگوں کی زندگیاں بدل جاتی ہیں۔
میں نے یہ فوائد مختلف ایسے کتابوں کے، اندر پاکر جن کو ہر عالم کا ہاتھ پہچنا مشکل تھا کیونکہ ان کتابوں کا ملنا ہمارے
بلاد میں ملنا مشکل تھا۔
میں نے ان اقوال، افعال، حکمتوں کوجہاں پاکر رسالوں کی شکل میں موبائل کے اندر جمع کیا۔ تاکہ علماء اور طلباء کے لیے
مراجعت میں اسانی ہو۔ عام لوگوں کے لیے هدایت کا ذریعہ ہو
سمجھ لو کہ میرا کام اسمیں صرف جمع کرنا ہے۔ وہاں
سے نقل کرکے رسالوں میں منتقل کرنا ہے یا کسی حرف کو مقدم
یاموخرکرنا اسطرح کم یا زیادہ کرنا تاکہ قارئین کے لیے اسانی
ہو
میں نے اسکو مستقل تصنیف کی طرح ابواب، فصول
فہرست، مقدمات، اور عناوین پرمرتب نہیں کیا ہے۔ بلکہ جہاں
بھی فائدے کی چیز پاکر اسکول غنیمت سمجھ کر فائدے اور
استفادے کے لیے ایک مجموعہ بنایا
۱ستمبر ۲۰۲۱ میں، میں تبلیغی جماعت کے، ساتھ سال کے لیے
اللہ تعالی کی فضل سے نکلا۔ جس وقت میرے پاس لکھنے کے لیے
سرف موبائل اور اور اس کے اندر کتابوں کا ذخیرہ تھا
اخیر میں گزارش ہے کوتاہی انسانی فطرت ہیں۔ اس میں مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالی سے اپنے اور اپنے والدین
اور تمام مسلمانوں کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ امین
کتبہ مولوی سیدولی شاہ
۲صفر۱۴۴۳/۱/۱ستمبر ۲۰۲۱

عنوان: صدقہ کے پیسوں کو سر پر سے گھمانا

سوال: کیا صدقہ کے پیسے سر پر سات مرتبہ گھمانا یا صدقہ کے پیسوں پر ہاتھ لگاناضروری ہے؟

جواب: واضح رہے کہ صدقہ کے پیسوں پر ہاتھ رکھنا اور صدقہ والی چیز کو سر کے اوپر سے سات مرتبہ گھمانا لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں میں سے ہے، شریعت میں ایسی باتوں کی کوئی اصل نہ

عنوان: مزاروں پر نذر و نیاز چڑھانے کی منت ماننے کا حکم

سوال: السلام علیکم، سوال یہ ہے کہ کسی نے منت مانی ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں کسی مزار پر دیگ دوں گی۔ اب جبکہ کام ہو گیا ہے، تو انکے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ اس طرح دیگ مزار پر دینا درست ہے یا غلط؟ اور کیا اس کی جگہ کسی غریب کو پیسے دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب: نذر ومنت صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو نذر مانی جارہی ہے، وہ

عبادت مقصودہ ہو، معصیت و گناہ کی نذر نہ ہو، لہذا صورت مسئولہ میں اگر نذر و منت سے مقصود اللہ کے نام پر مزار کے فقراء اور خدام کو کھلانا ہے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر نذر و منت سے مقصود صاحبِ مزار کے نام پر کھلانا ہو، تو یہ گناہ اور موجبِ شرک ہے، کیونکہ یہ" مَا اُهِلَ بِہٖ لِغَیْرِ اللہ" یعنی غیراللہ کے نام کی نذر و نیاز میں داخل ہے، جو کہ ناجائز اور حرام ہے، تو اس صورت میں یہ منت منعقد ہی نہیں ہوئی، لہذا اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

واضح رہے کہ اگر مقصود اللہ کے نام پر فقراء کو کھلانا ہے تو نذر صحیح ہےاور پورا کرنا ضروری ہے، اس صورت میں کسی بھی فقیر کو کھلادیں تو درست ہے،

مزار ہی کے فقراء کو کھلانا ضروری نہیں ہے-

عنوان: نادِ علی پڑھنے کا حکم

سوال: مفتی صاحب ! سنا ہے کہ بچہ نافرمان ہو تو نادِ علی پڑھنے سے فرمانبردار ہوجاتا ہے، تو کیا نادِ علی پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: "نادِ علی" چونکہ شرکیہ کلام ہے، لہذا اس کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عنوان: قرآن کریم میں حضور ﷺ کا بال نکلنے کی حقیقت

سوال: السلام علیکم، مفتی صاحب ! کیا یہ بات درست ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ میں اپنی امت کے لیے اپنے بالوں کا تحفہ بھیجا ہے، اور جو اس کو پانی میں ڈال کر رکھ لے اور پانی پیتا رہے، تو اسے کرونا وائرس (Corona virus) نہیں ہو گا؟

جواب: شریعت اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ محض من گھڑت بات ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ بد قسمتی سے

ہمارے معاشرے میں یہ وبا پھیل چکی ہے کہ ہم ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق آگے پھیلاتے ہیں، حالانکہ شریعت اسلام نے جھوٹی خبروں ، غلط باتوں اور بے بنیاد افواہوں کے بارے میں یہ ہدایت دی ہے:

عنوان: اجتماعی طور پر قرآن خوانی کا حکم

سوال: السلام علیکم، شیخ ! گھر بنانے کے بعد گھر میں قرآن خوانی غیرہ کرانا درست ہے؟

جواب: قرآن مجید کی تلاوت بلا شبہ ایک بڑی عبادت اور خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، اور ایصال ثواب کے لئے اس کی تلاوت کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے، اور یہ عبادت اجتماعی اور انفرادی دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

واضح رہے کہ شریعت نے اس کے لیے کوئی خاص صورت اور ہیئت متعین نہیں کی ہے، اس لیے سب کا ایک جگہ جمع ہوکر قرآن خوانی کرنا نہ فرض ہے نہ واجب ہے اور نہ ہی سنت ہے، البتہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے مندرجہ ذیل چند شرائط کا خیال رکھا جائے، تو قرآن خوانی کرنا جائز ہے :

1)۔ قرآن خوانی کے لئے کسی خاص دن یا وقت کی تعیین نہ کی جائے۔ مثلاً سوئم، چہلم، برسی وغیرہ۔

2)۔ قرآن خوانی میں شرکت کرنے والوں کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو، عزیز واقارب اور دوست واحباب وغیرہ کو دکھلاوا مقصود نہ ہو، اور نہ ہی اہل میت کی وجہ

سے مجبور ہوکر شریک ہوا جائے۔

3)۔ شرکت نہ کرنے والوں پر کسی قسم کی طعن و تشنیع نہ کی جائے، کیونکہ یہ شریعت کا کوئی لازمی جز یا رکن نہیں ہے۔

4)۔ قرآن مجید کی تلاوت صحیح انداز میں کی جائے، اگرچہ تھوڑی مقدار میں کی جائے، سپارہ ختم کرنے کی فکر میں جلدی جلدی غلط نہ پڑھا جائے۔

5)۔ قرآن مجید کی تلاوت کسی معاوضے (کھانا، شیرینی یا رقم وغیرہ) کے لالچ میں نہ کی جائے، ورنہ پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملے گا، بلکہ الٹا پکڑ کا اندیشہ ہے، چہ جائیکہ اس کا ثواب میت کو پہنچے۔

پس مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے چند لوگ مل کر قرآن خوانی کرنا جائز ہے۔

یاد رہے کہ شریعت مطہرہ میں اجتماعی قرآن خوانی کرنے سے انفرادی طور پر قرآن کی تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔

عنوان: کیا مزارات کے لنگر سے کھانا کھانا جائز ہے؟

سوال: آج کل بزرگوں کے مزارات پر لنگر یعنی دیگوں سے بریانی وغیرہ کھانا تقسیم کیا جاتا ہے، اور زائرین بڑے شوق سے اس کھانے کو کھاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا مزارات کے لنگر سے کھانا کھانا جائز ہے، جبکہ مزارات پر فاسد عقیدے والے لوگ بھی لنگر تقسیم کرتے ہیں؟

جواب: اگر مزارات پر تقسیم ہونے والے کھانے کے بارے میں یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ کھانا اس بزرگ کے نام پر

یا اس کی تعظیم کی خاطر تقسیم ہو رہا ہے، تو اس کھانے کو کھانا حرام ہے، کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام پر تقسیم ہو رہا ہے، اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور یا غیر اللہ کے نام پر منت مانا ہوا کھانا کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مزارات پر مہمان نوازی یا صدقہ کے طور پر کھانا تقسیم کر رہا ہو، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ چونکہ عام طور پر مزارات بدعات اور شرکیہ افعال سے خالی نہیں ہوتے، اور خاص طور پر مزارات پر لنگر کا انتظام صحیح العقیدہ لوگوں کے پاس نہیں ہوتا ہے، اس لئے غیر اللہ کے نام پر کھانا تقسیم ہونے کا شبہ موجود ہوتا ہے، لهذا عام طور

پر مزارات کا کھانا "مشتبہ مال" کے حکم میں ہے، اس وجہ سے احتیاطا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

دلائل:

كما فى الشامية:
مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه (قوله تقربا إليهم) كأن يقول يا سيدي فلان إن رد غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي فلك من الذهب أو الفضة أو من الطعام أو الشمع أو الزيت كذا بحر (قوله باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر

للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك.
ومنه أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر، اللهم إلا إن قال يا الله إني نذرت لك إن شفيت مريضي أو رددت غائبي أو قضيت حاجتي أن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة أو الإمام الشافعي أو الإمام الليث أو اشترى حصرا لمساجدهم أو زيتا لوقودها أو دراهم لمن يقوم بشعائرها إلى غير ذلك مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عز وجل وذكر الشيخ إنما هو محل لصرف النذر لمستحقيه القاطنين برباطه

أو مسجده فيجوز بهذا الاعتبار.
(ج: 2، ص: 439، ط: سعيد)

عنوان: حضور ﷺ کی طرف منسوب نعلین مبارک کا نقش اور اس سے برکت حاصل کرنا

سوال: مفتی صاحب ! آج کل جو حضور ﷺ کی طرف نعلین مبارک کا نقش منسوب ہے، کیا یہ نقش درست ہے اور اس نقش سے برکت حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب: آج کل جو نعلین مبارک کا نقش مشہور ہے، وہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک ہی کا نقش ہے، کیونکہ روایات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک ایسے ہی تھے، البتہ نعلین مبارک کے محض

نقش سے برکت حاصل کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ سلف صالحین سے برکت حاصل کرنے کا جو طریقہ منقول ہے، وہ یہ ہے کہ وہ لوگ یاتو متبرک اشیاء کو استعمال کرتے تھے یا کم سے کم اسے چھو کر برکت حاصل کرتے تھے۔

دلائل:

کما فی الشمائل للترمذی:

عن ابن عباس ؓ قال کان لنعل رسول اللہ ﷺ قبالان مثنی شراکھما۔ حدثنا احمد بن منیع...ثنا عیسی بن طھمان قال اخرج الینا انس بن مالک نعلین حرداوین لھما قبالان قال

فحدثنى ...عن انس ؓ انهما كانتا
نعلى رسول الله ﷺ

عنوان: خاص مواقع پر خانہ کعبہ اور روضہ مبارک کی شبیہ (model) بنانے کا کیا حکم ہے؟

سوال: اس زمانہ میں بعض لوگ خاص مواقع پر خانہ کعبہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بناتے ہیں اور عوام ثواب کی نیت سے ان دونوں شبیہ کی زیارت کرتے ہیں، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: خانہ کعبہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا ناجائز ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کئی وجوہات ہیں، جوکہ درج ذیل ہیں:

(1) شبیہ بنانے میں خانہ کعبہ اور روضہ مبارک کی توہین لازم آتی ہے۔

(2) اس میں لوگوں کے مال کا اسراف اور بے جا ضائع کرنا ہے، جو انہیں دھوکہ دے کر اور ثواب کی جھوٹی امید دلاکر ان سے حاصل کیا جاتا ہے، جبکہ اسراف، دھوکہ اور جھوٹ سب ناجائز ہیں۔

(3) اس سے عوام میں غلط عقائد پھیلتے ہیں اور لوگ مصنوعی شبیہ کی زیارت، ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔

(4) اس کی زیارت کے موقع پر عوام اکٹھا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے غیر محرم

مردوں اور غیر محرم عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے، جوکہ ناجائز ہے۔

(5) خانہ کعبہ اور روضہ مبارک کی شبیہ کی زیارت ثواب سمجھ کر کی جاتی ہے، جبکہ ثواب کی نیت سے غیر مشروع اشیاء کی زیارت،باعثِ ثواب نہیں، بلکہ باعثِ گناہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی قباحتیں اس میں موجود ہیں، جو شرعا ناجائز ہیں، لھذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دلائل:

کما فی القرآن المجید:

وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّه لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ O

(الانعام : 141)

وفى مقام آخر:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِO

عنوان: جنت اور جہنم کے دروازوں کی تفصیل|

سوال: السلام علیکم، حضرت! میں نے یہ پوچھنا ہے کہ جنّت کے 8 دروازے ہیں اور اس طرح جہنم کے 7 دروازے ہیں، انکے نام کیا کیا ہیں؟

جواب: قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں علمائے کرام نے
جنت کے آٹھ دروازوں کے درج ذیل نام لکھے ہیں:

1: بَابِ الصَّلاَةِ: نمازیوں کے لئے ۔

2:بَابُ الجِهَادِ: مجاہدین کےلئے۔
3:بَابُ الرَّيَّانِ:روزے داروں کےلئے۔
4:بَابُ الصَّدَقَةِ :صدقہ خیرات کرنے والوں کےلئے۔
5: بَابُ الْحَجّ:حج کرنے والوں کےلئے۔
6:الْبَابُ الْأَيْمَنُ: اللہ تعالی پر کامل توکل کرنے والوں کےلئے۔
7:بَابُ الْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ : غصے کو دبانے والوں اور لوگوں کو معاف کرنے والوں کےلئے۔
8:بَابُ الذِّكْرِ: ذاکرین کے لئے
یا بَابَ الْعِلْمِ :علم حاصل کرنے والوں کے لئے
(فتح الباری:7/28،ط،دارالکتب السلفیہ)

جہنم کے دروازے:

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ سات دروازے سات طبقات کے لحاظ سے ہیں، جہنم کے کل سات طبقے ہیں اور ہر طبقے کا الگ الگ دروازہ ہے ، ہر طبقے کے لوگ اپنے مخصوص دروازے سے جہنم میں داخل ہوں گے،جہنم کے ان سات طبقات کا ذکر قرآن پاک میں بھی آتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

1: جہنم

2:سعیر

3:لظی

4:حطمہ

5:سقر

6:جحیم

7:ہاویہ

(معالم العرفان،تفسیر سورۃ الحجر، آیت نمبر:44)

عنوان: بزرگوں کے مجربات کا حکم

سوال: علمائے دیوبند کے اکابر میں سے ایک بزرگ تھے، جو حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کے استاد بھی تھے، یعنی مفتی تقی عثُمانی مدظلہ کے دادا استاد، وہ فرمایا کرتے تھے کہ حفاظت کا ایک عمل ایسا ہے کہ کچھ خاص لوگوں کو ہی بتایا کرتا ہوں، لیکن اب چونکہ عمر کا آخری حصہ ہے، اس لیے دل چاہتا ہے کہ ہر مسلمان تک یہ پہنچ جائے۔ اس کی تائید حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ نے بھی کی تھی اور یہ عمل کیا کرتے تھے؟ وہ عمل ذیل میں

ارسال کیا جارہا ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم (تین مرتبہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم (تین مرتبہ) اعوذ بِكَلِماتِ اللهِ التَّامَّات مِن شرِّ مَا خَلَق (تین مرتبہ) بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ سورۃ اخلاص بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ سورۃ فلق بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ سورۃ الناس فَاللہُ خَیرٌ حَافِظًا وَّ ھُوَ اَرحَمُ الرَّاحِمِین(تین مرتبہ) وَ اَنَّ اللہَ قَد اَحَاطَ بِکُلِّ شَیئٍ عِلمًا (تین مرتبہ) آخر میں کوئی بھی درود شریف تین مرتبہ اس کے بعد پورے جسم پر دم کرلیں، اپنے اہل و عیال اور بچوں کا بھی حصار کرلیں۔ فجر کی نماز اور مغرب کی نماز کے بعد ان شاءاللہ

بےشمارفوائدوبرکات کھلی آنکھوں سے نظر آئیں گے، اور شیطانی قوتوں اورہمہ قسم بداثرات سے حفاظت ہوگی، یاد رکھیں ! ان اذکار کا خود اہتمام کرتے ہوئے، جتنا زیادہ ایسی خوبصورت پیاری باتیں آگے پھیلائیں گے،اتنا زیادہ فائدہ دنیا وآخرت میں پائیں گے۔ مفتی صاحب ! کیا یہ عمل درست ہے؟

جواب: واضح رہے کہ جائز مقاصد کے حصول کے لیے وہ وظائف جو بزرگوں کے مجربات ہوتے ہیں، اگر وہ مجربات شریعت کی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں، تو انہیں بطور علاج پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ ان وظائف کو فرض واجب سمجھنا درست نہیں ہے۔

سوال میں ذکر کردہ "وظیفہ حفاظت" بھی ایک مجرب عمل ہے، قرآنی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے، لہذا اسے پڑھنا مفید ہے۔

عنوان: کیا یہ بات درست ہے کہ مال بیوی کی قسمت سے ہوتا ہے اور اولاد مرد کی قسمت سے ہوتی ہے؟

سوال: مفتی صاحب ! کیا یہ بات درست ہے کہ شوہر کو بیوی کی قسمت سے دولت ملتی ہے، اور اگر شوہر کا کاروبار نہ چل رہا ہو یا شوہر کو ملازمت نہ ملے، تو کیا یہ بیوی کی قسمت کی وجہ سے ہوتا ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے، تو ایسی صورت میں اگر بیوی اپنے شوہر کی دوسری شادی کروادے، تاکہ شوہر کا کاروبار چل پڑے یا کوئی ملازمت مل جائے، تو کیا یہ صحیح ہوگا؟

جواب: قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ نکاح، غنٰی اور مالداری کا سبب ہے، درمنثور میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور فقر و فاقہ کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکاح کرنے کا حکم دیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ نکاح، غنٰی اور مالداری کا سبب ہے، لیکن یہ کہنا کہ مال بیوی کے نصیب سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے ملتا ہے، یہ درست نہیں ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ اولاد شوہر کے نصیب سے ہوتی ہے، یہ بھی درست نہیں، اولاد میاں بیوی دونوں کے نصیب سے ہوتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری

تعالی ہے:

{يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يهب لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء الذكور او يزوجهم ذكرانا واناثا}

عنوان: قادیانی کو مسلمان سمجھنے کا شرعی حکم؟

سوال: اگر کوئی مسلمان قادیانیوں کی جھوٹی سچی باتوں میں آکر اور ان کے رہن سہن اور تعلقات کو دیکھ کر ان کو اپنے سے بہتر مسلمان سمجھتا ہو، تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ ان کے عقائد ونظریات کے بارے میں بھی جانتا ہو۔

جواب: واضح رہے کہ قادیانیوں کے متعلق تمام علمائے امت کا فیصلہ ہے کہ یہ مرتد ہیں، اور پاکستان کے قانون کے مطابق بھی

یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، لہذا اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان کے عقائد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے، تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا، کیونکہ وہ کفر کو اسلام سمجھتا ہے۔

دلائل:

وفی المرقاۃ:

لانہ اذا رای منکرا معلوما من الدین بالضرورۃ فلم ینکرہ ولم یکرھہ ورضی بہ استحسنہ کان کافرا۔

(مرقاۃ ج:5 ص:3)

كما فی علاء السنن:

من ادعی النبوة اوصدق من ادعاها فقد ارتد لان مسیلمہ لما ادعی النبوة فصدقہ قومہ صاروا بذلک مرتدین۔

عنوان: نابالغ کے گناہوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہے

سوال: السلام علیکم، مفتی صاحب! اگر کوئی بچہ بلوغت سے پہلے گناہ کرے، تو کیا اس کے وہ گناہ بھی نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ بلوغت سے پہلے کے کیے گئے گناہوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، بالغ ہونے کے بعد انسان جو گناہ کرتا ہے، وہ گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں، اگر سچی توبہ کرلے، تو وہ بھی نامہ اعمال سے مٹا دیے جاتے ہیں۔

دلائل:

کما فی الحدیث النبوی:

عن عائشۃ ان رسول اﷲ ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستقیظ و عن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق۔

(ابن ماجہ ص:147 ابواب الطلاق)

عنوان: کیا جنتیوں کی داڑھی نہیں ہوگی؟

(No-105292)

سوال: مفتی صاحب! سوال یہ پوچھنا تھا کہ کیا جنت میں جنتی بغیر داڑھی کے ہوں گے؟ اور ان کے چہرے پر کوئی داڑھی کا بال نہیں ہوگا؟

جواب: جی ہاں! تمام جنتی مرد بغیر داڑھی والے نوجوان ہونگے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے بدن اور چہرے پر بال نہیں ہوں

گے، ان کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی، ان کی جوانی فنا نہ ہوگی اور ان کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے۔"

دلائل:

کما فی الحدیث النبوی:

عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم أهل الجنة جرد مرد كحلی لايفنی شبابهم ولا تبلی ثيابهم.|

عنوان: کیا حضرت آسیہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہوں گی؟

(No-105717)

سوال: مفتی صاحب ! ہمارے امام صاحب نے کل جمعہ کے بیان میں فرمایا کہ فرعون کی بیوی "آسیہ" جنت میں حضور صلی اللہ علیہ عسلم کے نکاح میں ہوں گی۔ براہ کرم اس کی تصدیق فرمادیں۔

جواب: بعض ضعیف احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

دلائل:

كذا فى المعجم الكبير للطبرانى:

عن ابي أمامة قال: سمعت رسول الله صلي عليه وسلم يقول لعائشة: أشعرت أن الله عز و جل زوجني في الجنة مريم بنت عمران، و كلثوم أخت موسي، و امرأة فرعون“.

عنوان: جس عورت کی دنیا میں دو شادیاں ہوئی ہوں، تو ایسی عورت جنت میں کس خاوند کے ساتھ ہو گی؟

(No-106028)

سوال: السلام علیکم،اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے، پھر وہ عورت دوسری شادی کر لے تو قیامت کے دن وہ کون سے شوہر کے ساتھ ہوگی؟

جواب: ایسی نیک عورت جس نے یکے بعد دیگرے ایک سے زیادہ مردوں سے نکاح کیے ہوں، وہ جنت میں اپنے جنتی شوہروں میں سے کس کے ساتھ ہوگی؟ اس سلسلے میں تین اقوال احادیث سے ثابت ہیں:

1- دنیا میں سب سے آخر میں جس کی بیوی رہی ہوگی، جنت میں بھی اسی کے ساتھ ہو گی۔

2- اگر اس عورت کے سارے شوہر جنتی ہوں، تو اسے ان میں اختیار دیا جائے گا، کہ وہ جس کے ساتھ جانا چاہے اسے اختیار کر لے۔

3- دنیا میں اس عورت کے ساتھ جس شوہر نے اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا ہوگا، تو وہ عورت اس اچھے اخلاق والے شوہر کے ساتھ ہو گی۔

نیز اگر سب شوہر اخلاق میں برابر ہوں، تو

ایسی صورت میں عورت کو اختیار دیا جائے گا، کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو اپنا رفیق جنت بنا لے۔

فقہاء کرام نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

|-----------------------

عنوان: کیا بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے؟

سوال: مفتی صاحب ! میں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: جی ہاں ! بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے اور یہ بات روایات سے بھی ثابت ہے۔

دلائل:

کما فی مصنف عبد الرزاق:

قال عبد الرزاق: عن ابن مجاهد، عن عطاء، ومجاهد قالا: «النظر إلى البيت عبادة، وتكتب له بها حسنة، وتصلي عليه الملائكة ما دام ينظر إليه»

عنوان: کیا فوت شدہ والدین کو اولاد کی نیکیوں کا اجر اور ان کے گناہوں کی سزا ملتی ہے؟

(No-107211)

سوال: **مفتی صاحب ! کیا اولاد کے اچھے اور برے اعمال کا ثواب اور گناہ والدین (چاہے زندہ ہوں یا انتقال کرگئے ہوں) کو بھی ملتا ہے؟**

جواب: واضح رہے کہ اولاد کے اچھے اعمال پر والدین کو ثواب ملنا اور برے اعمال پر گناہ پہنچنا، والدین کی تربیت پر موقوف ہے، لہذا اگر والدین نے اچھی تربیت کی ہوگی، تو اولاد کے نیک اعمال کا

ثواب والدین کو بھی ملے گا۔

اور اگر والدین نے غلط تربیت کی ہوگی (مثلاً اولاد کو موسیقی وغیرہ سکھا دی)، تو پھر اولاد کے گناہوں کا بوجھ والدین کو بھی اٹھانا ہوگا۔

اور اگر والدین نے اچھی تربیت کی ہو، لیکن اولاد غلط راستے پر چل پڑی ہو، تو اسکا گناہ والدین کو نہیں ملے گا۔

|-----------------------

عنوان: **کیا قرآن سے فال نکالنا درست ہے؟**

(No-107481)

سوال: **میری ایک خالہ ہیں، جو ہر کام کرنے سے پہلے قرآن پاک سے فال نکالتی ہیں اور اس کے بغیر کام نہیں کرتیں ہیں، کیا قرآن سے فال نکالنا درست ہے؟**

جواب: واضح رہے کہ قرآن مجید حلال و حرام کو بتانے کے لئے اور ضابطہ حیات کے طور پر نازل کیا گیا ہے، لہذا اسے فال نکالنے کے لیے استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اسلام میں قرآن مجید سے فال نکالنے کی کوئی اصل موجود نہیں ہے، نیز

بالفرض اگر اس سے کوئی فال نکالا گیا اور وہ غلط ثابت ہوا، تو اس صورت میں قرآن مجید سے بد گمانی پیدا ہوگی اور اس غلط بات کو قرآن کی طرف منسوب کیا جائے گا، جوکہ کفر کا سبب ہے۔

عنوان: قبر پر سجدہ تعظیمی کرنے کا حکم

سوال: میرے ایک قریبی رشتہ دار ہیں، جو ایک بزرگ کے مزار پر جاکر ان کی قبر پر سجدہ کرتے ہیں، میں نے انہیں منع کیا، تو کہنے لگے کہ میں قبر پر اس بزرگ کی تعظیم کی خاطر جھکتا ہوں اور سجدہ کرتا ہوں، سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس سے کافر ہوگئے اور کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا؟

جواب: واضح رہے کہ کسی کے آگے سجدہ تعظیمی کرنا قطعاً حرام ہے، حضور اکرم

ﷺ نے قبر پر سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اس لئے سجدہ کرنے کی وجہ سے آپ کے رشتہ دار گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوے ہیں، ان کو اس قبیح فعل پر توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ اس سے اجتناب کرنا شرعاً لازم ہے، البتہ وہ اس سجدہ تعظیمی کرنے کی وجہ سے کافر نہیں ہوں گے اور ان کا نکاح بر قرار رہے گا۔

دلائل:

کما فی الصحیح للبخاری:

عن عائشۃ رضی اللہ عنھاعن النبی ﷺ قال فی مرضہ الذی مات فیہ لعن اللہ الیھود

والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد۔O

عنوان: مسلمان کو فاسق یا کافر کہنے کا حکم

سوال: بعض مسلمان دوسروں کو اے فاسق یا اے کافر کہہ کر پکارتے ہیں، ان لوگوں کا کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ کسی مسلمان کو اے فاسق ! یا اے کافر ! کہہ کر پکارنا اس کی ہتک اور توہین میں داخل ہے اور کبیرہ گناہ ہے، لہذا کسی مسلمان کو اس طرح کے الفاظ کہنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

دلائل:

كما فی شرح النووی علی مسلم:

عن عبد اللہ بن مسعود ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ : سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

عنوان: "جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اوقات کی تقسیم" سے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال: مفتی صاحب ! براہ کرم مندرجہ ذیل حدیث کے بارے میں رہنمائی فرمادیں کہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور کس کتاب میں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے، ایک حصہ حق تعالی شانہ کی عبادت میں خرچ کرتے، دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے، تیسرا

حصہ خاص اپنی ضروریات کے لیے رکھتے تھے، پھر اس حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے، اس طرح خصوصی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس وقت داخل ہوتے، ان خواص کے ذریعے سے مضامین عوام تک پہنچے۔ (ترمذی)

جواب: سوال میں ذکرکردہ حدیث "ھند أبی ھالہ" سے منقول ایک طویل روایت کا حصہ ہے، جو "شمائلِ ترمذی" میں موجود ہے، ذیل میں سوال میں ذکرکردہ حدیث کا عربی متن، ترجمہ اور حکم ذکر کیا جاتا ہے:

عنوان: **بچیوں کو نقاب کس عمر میں کروایا جائے؟**

(No-108662)

سوال: **حضرت! ہم الحمدللہ! بچپن سے بچیوں کو حجاب پہنانا شروع کردیتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ نقاب کس عمر میں شروع کرانا بہتر ہے؟**

جواب: جب لڑکی بالغ ہوجائے، تو اس کے لئے غیر محرم سے پردہ کرنا ضروری ہے، لیکن فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نو برس کی عمر میں نامحرم سے پردہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔

لہذا نو برس کی عمر کے بعد نقاب کی عادت ڈالنی چاہیے۔

عنوان: جن دواؤں پر "Not for sale" لکھا ہو، انکی خرید و فرخت کا حکم|

سوال: مفتی صاحب ! جن دواؤں پر Note for sale لکھا ہو، ان کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوال میں پوچھی گئی صورت میں اگر ان دواؤں کا فروخت کرنا قانوناً ممنوع نہ ہو، بلکہ یہ دوائیاں حکومت یا کسی ادارے کی طرف سے ڈاکٹر کو ملکیتاً دی گئی ہوں، تو ان دواؤں کو فروخت کرنا جائز ہوگا۔

اور اگر یہ دوائیاں ڈاکٹر کو ملکیتاً نہیں دی گئیں، بلکہ مریضوں کو دینے کے لئے دی گئی ہیں، تو پھر ان دواؤں کا فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

عنوان: مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی سنتیں کہاں ادا کرنی چاہئیں؟

سوال: مفتی صاحب ! مسجد میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی سنت کو مسجد کی حدود میں ادا کرنا لازم ہے یا دروازے سے باہر بھی ادا کرسکتے ہیں؟

جواب: واضح رہے کہ مسجد کا جو حصہ نماز کے لیے مخصوص ہے، اور جس حصہ پر مسجد کے احکام جاری ہوتے ہیں، (مثلاً: جنبی کا مسجد میں داخل نہ ہونا، اور معتکف کا بلاضرورت مسجد سے باہر قدم نہ رکھنا، وغیرہ) اس میں داخل ہوتے اور

نکلتے وقت، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی سنتیں ادا کرنی چاہئیں۔

عنوان: استواء کا وقت اور اسکا دورانیہ

سوال: حضرت ! السلام علیکم، پوچھنا یہ ہے کہ زوال کا وقت کب سے کب تک ہوتا ہے؟

جواب: زوال دَر حقیقت سورج ڈھلنے کا نام ہے، اس سے پہلے استواء ہوتا ہے، اور استواء اس وقت کو کہا جاتا ہے، جب کسی بھی چیز کا سایہ مغربی جانب سے گھٹنا بند ہوجائے، ٹھیک استواء کے وقت نماز پڑھنا اور سجدہ تلاوت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس کو "نصف النہار" بھی کہا جاتا ہے، اس کے بعد زوال شروع ہوجاتا ہے،

جو کہ ایک آنی چیز ہے، جس کا دورانیہ ایک منٹ سے بھی کم ہوتا ہے، زوال کے بعد کسی بھی چیز کا سایہ مشرق کی طرف بڑھنے لگتا ہے، اور اس کے بعد ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ نماز استواء سے پانچ منٹ پہلے یا پانچ منٹ بعد پڑھی جائے۔

یاد رہے کہ استواء کا وقت موسم اور علاقے کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، لہذا اس سلسلے میں اپنے علاقے کے کسی مستند "نقشہ اوقات صلاۃ" سے راہنمائی حاصل کرتے رہیں۔